ہندوستان میں مسلم مالیات کی سرگزشت:
لاہور میں قائم چند مسلم بنکوں کا احوال

احمد سعید*

اگر آپ لاہور سے شائع ہونے والے مسلم اخبارات پیسہ اخبار ہفت روزہ/ روزنامہ (۱۸۹۷ء۔۱۹۴۸ء)، روزنامہ زمیندار (۱۹۰۳ء۔۱۹۴۷ء)، روزنامہ انقلاب (۱۹۲۷ء۔۱۹۴۷ء)، نوائے وقت ہفت روزہ/ روزنامہ (۲۹/ مارچ ۱۹۴۰ء۔۱۹۴۷ء)، مسلم آؤٹ لک (لاہور، انگریزی روزنامہ) اور چند ایک اور اخبارات کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمان اقتصادی اعتبار سے ہندوؤں کے مقابلے میں صفر تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی ۱۸۸۲ء میں قائم ہوئی تھی اور یہ ہر سال یونی ورسٹی کیلنڈر (دو جلدیں) شائع کیا کرتی تھی جس میں یونی ورسٹی انتظامیہ اور یونی ورسٹی سے ملحقہ کالجوں کے کوائف محفوظ ہیں۔ ان کیلنڈروں کی ورق گردانی کے بعد آپ کے علم میں اضافہ ہوگا کہ پنجاب یونی ورسٹی کے تمام عہدیداران وائس چانسلر، کنٹرولر امتحانات، رجسٹرار، ڈپٹی رجسٹرار، یونی ورسٹی کے مختلف شعبوں کے اساتذہ یونی ورسٹی لائبریری کے چیف/ ڈپٹی چیف لائبریرین کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔

پنجاب ہائی کورٹ کے جسٹس رستم ایس سدھوا نے اپنے ادارے کی تاریخ لکھی ہے۔ ۱۹۴۷ء تک صرف ایک دو جج حضرات مسلمان تھے۔

لاہور کی اقتصادی ترقی ہندوؤں کے دم سے قائم و دائم تھی۔ لاہور میں قائم شدہ انشورنس کمپنیاں تمام کی تمام ہندوؤں کی ملکیت تھیں۔ ۱۹۴۷ء میں رسوائے زمانہ ریڈ کلف کمیشن (Radcliffe Commission) کے سامنے کانگریس نے لاہور کو ہندوستان میں شامل کرنے کا بدیں سبب مطالبہ کیا تھا کہ لاہور، منٹگمری اور لائل پور کے اضلاع میں کُل ۲۷۰ رجسٹرڈ فیکٹریوں میں سے مسلمان صرف ۱۰ فیکٹریوں کے مالک تھے[1]۔ پنجاب کی انشورنس کمپنیوں کے ۸۰ دفاتر میں سے صرف دو کے مالک مسلمان تھے۔ بینکوں کی ۹۰ شاخوں میں سے مسلم بینکوں کی صرف تین شاخیں تھیں۔

پنجاب کی معیشت ساہوکاروں کے شکنجے میں بُری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ پنجاب بنکنگ انکوائری رپورٹ نے اسے پنجاب کی سب سے اہم فنانسنگ ایجنسی (Financing Agency) قرار دیا تھا۔ مسٹر کالورٹ (Calvert) کا کہنا تھا کہ ساہو

* سابق صدر شعبہ تاریخ، ایم اے او کالج لاہور/ اسلامیہ کالج لاہور

کاروں کا منافع پنجاب کے تمام کاشت کاروں کے منافع سے بھی زیادہ تھا۔

انکم ٹیکس ادا کرنے والے ہر چار میں سے ایک ساہوکار ہوا کرتا تھا۔ رپورٹ نے پنجاب میں زراعت کے بعد اسے سب سے بڑی ''صنعت'' قرار دیا تھا۔ رپورٹ کے مرتّبین کا کہنا تھا کہ یہ بات کہنا بہت مشکل ہے کہ اس ''صنعت'' میں کتنا سرمایہ لگا ہوا ہے، لیکن ۱۹۲۸ء۔۱۹۲۹ء میں ۲۲ کروڑ سے زائد روپیہ اس ''صنعت'' میں لگا ہوا تھا[۲]۔

لاہور میں ایک ہندو ساہوکار بلاقی شاہ کے نام سے سودی کاروبار کیا کرتا تھا۔ لاہور کے نہ صرف بڑے بڑے رئیس مثلاً میاں نقی، شیخ محمد نقی اس کا بیٹا فیاض کے علاوہ میاں ممتاز محمد دولتانہ کا والد نواب احمد یار خان دولتانہ اور نواب سر ذوالفقار علی خان (مالیر کوٹلہ) بھی بلاقی شاہ کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔

بلاقی شاہ کون تھا؟ اور اس کی نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب بھر کی معیشت پر کس قدر گہری اور مضبوط گرفت تھی، اس کے بارے میں مشہور کمیونسٹ صحافی عبداللہ ملک نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ ''مسلمان شخصیات کے علاوہ جن ہندوؤں سے دادا جان کے تعلقات تھے ان میں لاہور کا سب سے بڑا ساہوکار بلاقی شاہ تھا۔ ہمارے گھر میں اس کا اکثر ذکر ہوتا رہتا تھا۔ لاہور کے اکثر مسلمان زمیندار یا نچلے درمیانے طبقے کے سفید پوش اس سے قرض لیتے تھے، یہاں تک کہ ہمارا خاندان بھی بلاقی شاہ کا مقروض تھا۔ بلاقی شاہ کی امارت سے تو دادا جان بھی خوف کھاتے تھے۔ یہ سُن کر میں سوچتا تھا کہ وہ شخص کتنا ظالم ہوگا جس سے میرے دادا ایسا دلیر، بے باک، جرأت مند فیصلے کرنے والا بھی ڈرتا ہے۔ بلاقی شاہ کا خوف اور دہشت میرے ذہن میں بیٹھ چکی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں دادا جان کی انگلی تھامے گمٹی بازار سے گزر رہا تھا، میرا دھیان نیچے سڑک پر تھا، اچانک دادا جان نے کہا بلاقی شاہ کو سلام کرو۔ اس کا نام سنتے ہی میں سہم سا گیا۔ بلاقی شاہ کا خوف اور دہشت مجھ پر اس قدر طاری تھی کہ کھڑے کھڑے میرا پیشاب خطا ہوگیا[۳]۔ بلاقی شاہ ''بنک'' میں مسلمانوں کے رہن رکھے گئے زیورات واپس نہیں کیا کرتا تھا۔ لاہور کے ایک پرانے رہائشی حافظ معراج الدین نے منیر احمد منیر کو ایک انٹرویو میں بلاقی شاہ کے متعلق بتلایا کہ ''وہ مسلمانوں کو سود پر پیسہ دے کر سلاٹر (ذبح) کیا کرتا تھا''[۴]۔

ان حالات میں کیا مسلمانوں کے لیے ممکن تھا کہ وہ لاہور کی معیشت میں اپنا کوئی کردار ادا کرسکیں۔ یہاں مولانا ظفر علی خان کو سلام پیش کرنا چاہیے جنھوں نے مسلمانوں کو تجارت کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے بیس کی دہائی میں ''مسلم بازار'' کی تحریک شروع کی تھی۔

ڈائمنڈ جوبلی بنک:

اکتوبر ۱۸۹۷ء میں غالباً مسلمانوں کا سب سے پہلا بنک ڈائمنڈ جوبلی بنک کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ یہ بنک دو لاکھ پچاس ہزار کے سرمایہ سے کھولا گیا تھا اور اس کے سو سو روپے کے ۲۵۰۰ حصص فروخت کے لیے پیش کیے گئے تھے۔

ڈائمنڈ جوبلی بینک کے قیام کے مقاصد میں عام مسلمان کاشت کاروں اور دیگر لوگوں کو بھاری شرح سود کی ادائیگی

سے محفوظ رکھنا تھا جس کے سبب وہ اقتصادی طور پر تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ دوم مسلمانوں کو نہایت کم شرح سود پر قرض دے کر ان میں تجارت کو ترقی دینا، کیوں کہ موجودہ حالات میں وہ بھاری شرح پر سود ادا کرنے کے سبب تجارت سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ سوم دولت مند مسلمانوں کو اپنے مفلس ہم مذہب بھائیوں کی خستہ حالت کو درست کرنے کے لیے امداد کا موقع مہیا کرنا شامل تھا[۵]۔

ڈائمنڈ جوبلی بنک کے ڈائریکٹروں میں (۱) ملک محمد مظفر خان ٹوانہ (۲) ملک محمد عمر حیات ٹوانہ، رئیس ضلع شاہ پور (۳) شیخ گلاب دین، مختار عدالت ہائے لاہور (۴) چودھری نبی بخش، بی اے، پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔ (۵) میاں فیروز الدین سابق گورنر پونچھ (۶) مولوی محمد فضل الدین، پلیڈر چیف کورٹ (۷) مولوی محبوب عالم، ایڈیٹر پیسہ اخبار (۸) حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما میونسپل کمشنر لاہور (۹) میاں رکن الدین جنرل فور مین چھاپہ خانہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور (۱۰) میاں محمد شفیع بیرسٹر، رئیس باغبان پورہ لاہور (۱۱) خواجہ احمد شاہ رئیس لدھیانہ و جنرل مرچنٹ اور شیخ عبدالقادر، سب ایڈیٹر پنجاب آبزرور شامل تھے۔

ڈائمنڈ جوبلی بنک کے ڈائریکٹروں کی اس فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے یہ دل چسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان میں دو وکیل، تین مدیرانِ اخبارات، ایک پرنسپل اور چار روٗسا شامل تھے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان حضرات میں سے کتنے ایسے تھے جو حساب کتاب، بنک کے متعلق تجربہ رکھنے والے یا کامرس کی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ کیوں کہ اس دور میں تو مسلمان عام تعلیم میں بھی کہیں نظر نہیں آتے تھے۔

اورینٹ بنک:

لاہور میں مسلمانوں کا دوسرا بنک ۲ ستمبر ۱۹۰۷ء کو اورینٹ بنک کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ اس بنک کے مینجنگ ڈائریکٹر شیخ احمد حسن تھے جنھوں نے انگلستان کے ایک قانونی اسکول سے بار ایٹ لا کیا تھا۔ اس بنک کے تمام ڈائریکٹر مسلمان تھے اور یہ انارکلی میں ریلیجس بک سوسائٹی کے سامنے کھولا گیا تھا[۶]۔

اورینٹ بنک کی کارکردگی اور اس کی ترقی سے متعلق معاملات پر فی الحال پردہ پڑا ہوا ہے اور اخبارات میں اس حوالے سے کوئی خاص چیز میسر نہیں ہے۔ البتہ ''زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ'' کے سبب اس کا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا ہے۔ جنگِ بلقان کے موقع پر جب یونانیوں نے سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف دھاوا بول دیا تو مسلمانانِ ہند نے اس موقع پر جو تاریخی کردار ادا کیا وہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اورینٹ بنک نے اس موقع پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ ''زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ'' میں حصہ لینے والوں کی سہولت کے لیے اپنی ایک شاخ روزنامہ زمیندار کے دفتر میں قائم کرے گا۔ ۹ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو دن ۱۲ بجے دفتر زمیندار میں بنک کی شاخ کا قیام عمل میں آیا تھا[۷]۔

اوریئنٹ بنک کی طرف سے اس موقع پر یہ اعلان کیا گیا تھا کہ چوں کہ یہ کام کسی نمود و نمائش سے تعلق نہیں رکھتا ہے، لہٰذا اس کے لیے کسی عظیم الشان جلسے کی ضرورت نہیں۔ روزنامہ زمیندار کا دفتر قوم کا گھر ہے اس لیے افرادِ قوم ۹ ردسمبر ۱۹۱۲ء کو وقتِ مقررہ پر قدم رنجہ فرما کر رسمِ افتتاح میں شریک ہونے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ کے ایک حصے کی قیمت پانچ روپے تھی۔ اوریئنٹ بنک نے مسلمانانِ لاہور سے کہا کہ وہ کم سے کم ایک حصے کی رقم یعنی پانچ روپے جیب میں ڈال کر لائیں اور سرمایہ قرضِ حسنہ کے سرمایہ داروں میں اپنا نام درج کروا کر بنک سے رسید حاصل کر لیں۔

اس موقع پر بنک نے دو خصوصی اعلانات کیے تھے۔ اول یہ کہ رسمِ افتتاح کے موقع پر تقریب میں شرکت کرنے والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام بھی ہوگا اور دوم یہ کہ اوریئنٹ بنک کے ''معاملہ دار'' جو دفتر زمیندار کے قریب بود و باش اختیار کیے ہوئے ہیں اگر بنک کی اس جدید شاخ میں اپنا ذاتی حساب منتقل کرنا چاہیں یا کوئی صاحب نیا کھاتہ کھولنا چاہیں تو ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی جائے گی[۸]۔

۱۲ ردسمبر ۱۹۱۲ء کو روزنامہ زمیندار میں شائع شدہ ایک مراسلے سے یہ پتا چلتا ہے کہ لاہور میں بنک کی کئی ایک شاخیں کام کر رہی تھیں۔ مراسلے میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ٹرکش ریلیف فنڈ کے لیے ملک کے کسی بھی حصے سے جو رقم بھیجی جائے گی بنک اسے خوشی کے ساتھ قبول کرے گا۔ مراسلے میں فنڈ میں رقم بھیجنے والوں کو مطلع کیا گیا تھا کہ یہ رقمیں تار یا ''بنک کی درشنی ہنڈی'' کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ ''بنک کی درشنی ہنڈی'' کی اصطلاح غور طلب ہے۔ اس مراسلے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ ترکی کے امپیریل عثمانی بنک کے ایجنٹوں کی معرفت ترک وزیرِ اعظم یا رائٹ آنریبل سید امیر علی کو بھیج دی جاتی تھی۔

یاد رہے کہ اوریئنٹ بنک ۱۴ رنومبر ۱۹۱۲ء کو ''سرمایہ امداد مصیبت زدگانِ جنگِ ترکی و بلقان کی پہلی قسط جو ایک ہزار چھ سو پاؤنڈ (۲۴ ہزار روپے) پر مشتمل تھی، بمبئی کے فرانس بنک کے ذریعے قسطنطنیہ ارسال کر چکا تھا۔ اس رقم کی برقی رسید ''حضور صدرِ اعظم دولتِ عثمانیہ'' نے ان الفاظ میں کی تھی۔

> بابِ عالی ۴ دسمبر کو ایک ہزار چھ سو پاؤنڈ کی رقم جو زمیندار نے بھیجی ہے، شکریہ کے ساتھ عثمانی بنک قسطنطنیہ سے وصول ہوئی۔ صدرِ اعظم۔

اسی طرح اوریئنٹ بنک نے سید امیر علی کی خدمت میں ۱۴ رنومبر ۱۹۱۲ء کو چار سو پاؤنڈ یا چھ ہزار روپے کی رقم روانہ کی تھی جس کی رسید بذریعہ برقی پیغام ان الفاظ میں موصول ہوئی تھی۔ ''لندن ۲۶ رنومبر، رقم مرسلہ پہنچ گئی۔ شکریہ''۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مسلم اخبارات وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو مسلم بنکوں اور کمپنیوں کی ضرورت کا احساس دلاتے رہتے تھے۔ مختلف دردمند اصحاب بھی اس ضمن میں مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرتے رہے۔ روزنامہ انقلاب نے

۹ راگست ۱۹۳۱ء کو ایک شذرہ میں مسلمانوں کی اس خوابِ غفلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا[۹] کہ:

> ہندوستان میں آٹھ کروڑ مسلمان ہیں، ان کی اقتصادی حالت اس قدر کمزور ہے کہ بڑے سے بڑے تجارتی، صنعتی و حرفتی آدمی بھی اپنے ہمسایہ قوم کے معمولی سے معمولی آدمی کا بھی لگّا نہیں کھا سکتا۔ مسلمانوں کی بے عملی کا کوئی اندازہ نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسری قوموں کے دوش بدوش چلیں، تعلیم حاصل کریں، کفایت شعاری سیکھیں، صنعت و حرفت کو بڑھائیں، تجارت کی طرف بڑھیں، مشترکہ سرمایہ کے ساتھ کمپنیاں بنائیں، بنک جاری کریں، انشورنس کمپنیاں بنائیں اور کاروبار کے لیے کمپنیاں اور سوسائٹیاں قائم کریں تاکہ ان کا وقار قائم ہو سکے۔

مسلم بنک لمیٹڈ، لاہور:

مسلمانانِ لاہور کا دوسرا بڑا بنک ۳؍جنوری ۱۹۱۲ء کو قائم کیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے اس بنک کی ابتدا اور اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور بانیوں کے متعلق ابتدائی معلومات بھی میسر نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یہ بنک اڑہائی لاکھ کے منظور شدہ سرمائے سے شروع کیا گیا تھا لیکن روزنامہ زمیندار اور روزنامہ انقلاب میں شائع شدہ مراسلت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بنک کو بھی لاہور کی معاشی زندگی میں کوئی خاص مقام حاصل نہ ہو سکا۔ اس ناکامی کے کئی ایک بنیادی اسباب تھے۔

مسلم بنکوں کی ان ناکامیوں کے پس منظر میں مسلمان دولت مند حضرات کی بے پروائی تھی۔ مسلم بنک کے چیئرمین شیخ صادق حسن کی پختہ رائے یہ تھی کہ ''اس گئے گزرے دور میں بھی لاہور اور امرتسر ایسے دو شہر مسلم بنک کے سرمائے کو پچیس تیس لاکھ روپے تک پہنچا سکتے ہیں'' کیوں کہ ہمارے صاحب مال و دولت بھائیوں کا کروڑوں روپیہ دوسرے ہندو بنکوں میں پڑا ہوا ہے اور اگر وہ اپنی نگاہِ التفات کا ایک گوشہ مسلم بنک کی طرف بھی منعطف کریں تو اس کی کشتی بہت جلد مراد و کامیابی کے ساحل تک پہنچ سکتی ہے۔

مسلم بنکوں کی ناکامی کا ایک بڑا سبب مسلمانوں میں کامرس اور تجارت کی تعلیم کا نہ ہونا بھی تھا۔ ۱۹۳۰ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر علم الدین سالک کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مسلمان محض سرکاری نوکریوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور تجارت کو اپنا دستور العمل نہیں بناتے، حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سب تجارت میں بھرپور حصہ لیا کرتے تھے۔ پروفیسر سالک نے خود ہی اس صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ نہ تو مسلمانوں کے پاس سرمایہ ہے اور نہ ہی ان کا کوئی اچھا بنک ہے، کیوں کہ بنک تجارت کی جان ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے تاجروں کو بہت مدد ملتی ہے، مسلم بنکوں کی ناکامی کے دیگر اسباب کے ساتھ ایک بہت بڑا سبب ہندو ساہوکاروں اور ہندوؤں کی مخالفت تھا۔ لاہور میں مسلمانوں کے قائم کردہ بنک ہمیشہ ہندو سرمایہ داروں اور صحافیوں کا ہدف بنے رہے جن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس میدان سے راہِ فرار اختیار کریں۔ چناں چہ مسلم بنک آف انڈیا کے خلاف ایسی ہی مہم کا آغاز کیا گیا۔ اگست ۱۹۲۸ء میں لاہور کے

ایک غیر معروف اور گمنام ہندو اخبار صدائے ہند نے جو کسی زمانہ میں بے دھڑک کے نام سے شائع ہوا کرتا تھا مسلم بنک آف انڈیا کے خلاف کئی مضامین لکھے، چناں چہ مسلم بنک کے حصہ داران نے روزنامہ زمیندار میں ایک اعلان صدائے ہند کے شرانگیز پروپیگنڈے کی حقیقت کے زیرِ عنوان شائع کروایا[۱۰]۔

اس مراسلے میں کہا گیا تھا کہ مسلم بنک مسلمانانِ ہند کا واحد اسلامی بنک ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی قوم کا تجارتی کاروبار بنک کے بغیر ترقی پذیر نہیں ہوسکتا، گویا مسلم بنک مسلمانانِ ہند کی اقتصادی ہستی کا واحد کفیل ہے اس لیے ہم مندرجہ ذیل امانت دارانِ بنک اعلان کرتے ہیں کہ ان حالات میں کسی اخبار کا مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور پر حملے کرنا کسی طرح مستحسن نہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدائے ہند میں جو کچھ شائع ہوا ہے وہ ادنیٰ درجے کی اغراض کو پیشِ نظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ صدائے ہند یا اس کے کسی ہم مشرب کے اس ذلیل فعل سے مسلم بنک کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ مسلمانوں کو ضرور اس سے نقصان ہوگا اور ان کی قومی سیرت کے دامن پر ایک نہایت بدنما دھبہ لگے گا۔ ہم تمام حضرات سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ صدائے ہند کے اس شرانگیز پروپیگنڈے سے قطعاً متاثر نہ ہوں گے۔

واضح رہے کہ یہ بنک کمپنی ایکٹ کے تحت رجسٹری شدہ ہے اور اس کا بیلنس شیٹ اور تمام حساب کتاب اور بنک کے متعلق دیگر کارروائی سمیت گورنمنٹ آڈیٹر کی نظر سے گزر کر اس کی تصدیق سے شائع ہوتا ہے اور پھر یہ بیلنس شیٹ بنک کے متعلق تمام کارروائی سمیت بنک کے ہر سالانہ اجلاس میں تمام حصہ دارانِ بنک کے سامنے پیش ہو کر منظور ہوتا ہے۔ تمام معاملات جن کے متعلق اخبار صدائے ہند نے خامہ فرسائی کی ہے وہ بڑے زور و شور سے سالانہ جلسۂ ارکان میں پیش ہو کر درست قرار دیے گئے ہیں۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ صدائے ہند کا چلانے والا اور مختلف مضامین لکھنے والا محی الدین احمد ساکن لدھیانہ حال وارد لاہور ہے۔ یہ شخص ایک کمپنی بنام انٹرنیشنل سنڈیکیٹ کا رکن ہے۔ اس کمپنی کے بڑے حصہ دار اور ڈائریکٹر تمام کے تمام ہندو ہیں۔ ان ہندو ڈائریکٹروں اور حصہ داروں میں ایک پنجاب پچھمی بنک کا سیکرٹری ہے۔ ان تمام ہندوؤں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس واحد بنک کو جو اس وقت نہایت کامیابی سے چل رہا ہے کسی نہ کسی طرح بند کرائیں تاکہ اس کی بجائے کوئی اور ہندو بنک جاری کریں۔ انھوں نے محی الدین مذکور کو اپنا آلہ کار بنا کر پروپیگنڈا کرنا شروع کیا ہے جسے مسلمانانِ لاہور نے سخت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس لیے ہم امانت دارانِ بنک جملہ حضرات سے متوقع ہیں کہ وہ مسلم بنک کے خلاف پروپیگنڈا سے قطعاً متاثر نہ ہوں گے۔

اس اعلان پر دستخط کرنے والوں میں (۱) مختار علی پروپرائٹر و منیجر زمیندار ہاؤس، کشمیری بازار۔ (۲) حاکم علی سوداگر چرم، کشمیری بازار۔ (۳) محمد جان کشمیری بازار۔ (۴) شیخ غلام محمد خدا بخش سوداگرانِ چرم، لاہور۔ (۵) ملک خیر الدین بوٹ مرچنٹس، کشمیری بازار۔ (۶) بشیر الدین احمد بوٹ مرچنٹس، کشمیری بازار۔ (۷) محمد اشرف کتب فروش، کشمیری

بازار۔(۸) شیخ قادر بخش پروپرائٹر شیخ بوٹ ہاؤس، کشمیری بازار۔(۹) حفیظ خان دواخانہ دہلی یونانی، کشمیری بازار۔ (۱۰) اللہ والے کی قومی دکان ملک چنن دین خلف الرشید ملک فضل الدین ککے زئی کوچہ ککے زئیاں، کشمیری بازار۔(۱۱) شیخ اسلام الدین اینڈ سنز، کشمیری بازار۔(۱۲) اقبال حسین مالک اقبال بوٹ ہاؤس۔(۱۳) ملک غلام محمد عطا محمد مالک پٹھوہاردی ہٹی کشمیری بازار۔(۱۴) حاجی وزیر علی ٹرکش کیپ ہاؤس، ڈبی بازار لاہور۔(۱۵) ملک محمد طفیل خان مالک بوٹ ہاؤس کشمیری بازار۔(۱۶) شیخ محمد شفیع محمد یوسف ٹوپی والے، ڈبی بازار۔(۱۷) شیخ نبی بخش اینڈ سنز، کشمیری بازار۔(۱۸) خدا بخش تاجر کتب، کشمیری بازار۔

مسلم بنک آف انڈیا کے خلاف ہندوؤں نے ایک زبردست تحریک چلادی، چناں چہ مسلمانوں نے بھی اس تحریک کا جواب دینے کی ٹھان لی۔ اس سلسلے میں ''محمد دین اینڈ کو۔سوداگر پارچہ جات زیرِ مسجد وزیر خان لاہور نے درج ذیل مراسلہ شائع کروایا تھا''۔

> اگر زہر کو زہر کہنا بُرا نہیں تو اس تلخ حقیقت کا اقرار بھی کسی خراب ذہنیت پر مبنی نہیں قرار دیا جاسکتا کہ مسلمان ہندوستان میں حاکم نہیں بلکہ محکوم ہیں۔ ملک میں ان کا اپنا قانون نہیں ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اسلام میں نہ ضرر اٹھانا جائز ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچانا درست ہے۔ مگر سود کے معاملے میں مسلمانانِ ہندوستان کھلے طور پر سخت نقصان برداشت کررہے ہیں۔ کئی کروڑ روپیہ مسلمانوں کی جیب سے نکل کر غیر مسلموں کے پیٹوں میں جارہا ہے۔ ہماری تباہی بیش از بیش اور اغیار کی دولت وثروت دن دگنی رات چوگنی ہورہی ہے۔ اس اقتصادی روگ کا بہترین علاج بنک ہیں، مگر سات کروڑ مسلمانوں کا سارے ہندوستان میں صرف ایک بنک ایسا ہے جو پورے سترہ سال سے چل رہا ہے لیکن اس کو بھی یہ دقت درپیش ہے کہ بعض بے سمجھ بھائی اپنی مخصوص روپہلی اور سنہری مصلحتوں کے ماتحت اس بنک کو چشم زخم پہنچانے کی فکر میں ہیں۔
>
> مسلمان بھائیوں کو ٹھنڈے دل سے بکمالِ متانت سوچنا چاہیے کہ کیا گزشتہ چند سال سے ہم یہ نہیں دیکھ رہے کہ مسلمان اگر آج کوئی ایک نظامِ عمل تجویز کرتے ہیں تو کل اس کو سپردِ خاک کردیتے ہیں۔ ہماری کوئی تحریک پروان نہیں چڑھنے پاتی پھر یہ کیا بات ہے کہ ایسی پالیسیاں بنانے میں سب سے پھسڈی اور بگاڑنے میں سب سے پیش پیش۔قوم کے بعض افراد نے آج سے سترہ سال پیش تر مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور کی بنیاد ڈالی اور جو اس وقت تک قائم ہے اور اس کا قدم تنزلی کی طرف نہیں بلکہ عروج وترقی کی منزلیں طے کررہا ہے۔ آخر اس کے اندر کچھ تو بھید ہے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اس کاروباری کرامت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلم بنک کے کارکن اور ڈائریکٹر صاحبان پوری تندہی سے بنک کی حالت کو بہتر بنانے میں مصروف رہتے ہیں اور انتہائی احتیاط اور مآل اندیشی سے کام لیتے ہوئے پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس بنک کی ساکھ اچھی، کاروبار عمدہ اور سرمایہ زیرکار اور زرِ محفوظ ہمیشہ ترقی پذیر رہے۔
>
> چند دنوں کی بات ہے کہ بعض بے پر کی اڑانے والوں نے چاہا کہ بنک کا وقار زائل ہوجائے اور اس کی ہر دل

عزیزی اگر گھٹ نہیں سکتی تو کم از کم بڑھنے نہ پائے۔ خدا کا شکر ہے کہ ارباب فہم حضرات ان کے بھرّے میں نہ آئے اور انھوں نے بنک پر اپنا اعتمادِ کلّی ظاہر کر کے بدخواہوں کے ارادوں کو نا کام کر دیا۔ حال ہی میں ۲۴ ردسمبر کو جو جلسہ مشاورت مسلم بنک کے ڈائریکٹر صاحبان کا ہوا، اس میں مختلف شکوک کا نہایت ہی تسلی بخش طریق پر ازالہ کر دیا گیا اور بتلایا گیا کہ بنک کو ذرّہ برابر بھی نقصان نہیں ہوا، بلکہ اس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے۔

اب پھر بعض مطلبی بزرگ ہندو جرائد کی آڑ میں اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے برادرانِ ملّت کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ ان کو بنک کے متعلق قطعاً کسی شبے کو اپنے دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے اور اس واحد اسلامی بنک کی ہر ممکن طریق پر مدد کرنی چاہیے۔

مسلم بنک اگرچہ مسلمانانِ لاہور کی خدمت میں مصروف رہا، تاہم اس کی ترقی کی رفتار ہندو بنکوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی، کیوں کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مرکزی شہروں لاہور، امرتسر، جالندھر، دہلی، آگرہ، کانپور، سیالکوٹ، پشاور اور سری نگر میں اس کی شاخیں موجود نہیں تھیں جہاں وہ اپنی بساط کے مطابق وہاں کے تاجروں کو ان کی تجارت میں مدد کر سکتا۔ یہاں اس حقیقت کو سامنے لانا بہت ضروری ہے کہ بعض غیر مسلم جرائد مسلم بنک کو از راہِ حقارت ''بنکی'' کہا کرتے تھے۔

روزنامہ زمیندار نے اس موقع پر مسلمانانِ لاہور پر زور دیا کہ وہ اپنی بساط کے مطابق مسلم بنک کے حصص خریدیں۔ ایک حصے کی قیمت ایک سو روپے تھی، جب کہ درخواست کے ساتھ دس روپے فیس رکھی گئی تھی۔ دس روپے بعد منظوری اور بقایا پچاس فیصد تک دس روپے ماہ واری قسط پر وصول کیے جاتے تھے۔ اخبار نے مسلمانوں کے درمیانے طبقے سے عموماً اور اعلیٰ طبقے سے خصوصاً استدعا کی کہ وہ مسلم بنک کی ''حصے داری اور حساب داری'' سے امداد فرمائیں تا کہ وہ تجارت کو فروغ دے سکے، کیوں کہ تجارت ہی سیاست اور حکومت کی کنجی ہے[۱۲]۔

شیخ صادق حسن نے ۱۹۲۸ء میں مسلم بنک کے تنِ مردہ میں ایک نئی روح پھونکنے کا عزم کیا۔ شیخ صادق حسن کا تعلق امرتسر کے ایک تجارتی گھرانے سے تھا۔ اس خاندان کے افراد پشمینے کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ کے دادا شیخ عبدالوہاب کی یورپ سے تجارت ۱۸۵۴ء سے قائم تھی۔ سب سے پہلا فرانسیسی تاجر جو پیرس سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کی غرض سے امرتسر آیا وہ ایک طویل عرصے تک عبدالوہاب کے گھر مقیم رہا تھا[۱۳]۔

شیخ صادق حسن نے مسلمانانِ پنجاب کی اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے بہت سے اہم اقدامات اٹھائے۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں امرتسر میں مسلم چیمبر آف کامرس قائم کر کے اس کا آغاز کیا۔ مولانا ظفر علی خان نے جب اپنی ''مسلم بازار'' تحریک کا آغاز کیا تو اس وقت بھی صادق حسن آگے آگے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں جب پنجاب میں مسلم ایوانِ تجارت کے سلسلے میں برکت علی محمڈن ہال میں ایک جلسہ منعقد ہوا تو اس کی صدارت کے فرائض بھی شیخ صادق حسن نے انجام دیے تھے۔

صادق حسن اس بات سے بہ خوبی آگاہ تھے کہ جب تک مسلمانوں کو ''اقتصادی سوراج'' حاصل نہ ہوگا اس وقت تک ان کے لیے ''سیاسی سوراج'' بے فائدہ ہوگا۔ اس ضمن میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے روزنامہ زمیندار میں لکھا تھا کہ ''محکوم ہونے کے لحاظ سے ہندو، مسلم، اچھوت، سکھ، پارسی، عیسائی اور جینی سب برابر ہیں، البتہ تعداد میں ہندو بھائی سب سے زیادہ ہیں اور پارسی صاحبان سب سے کم ہیں۔ مسلمان کثرتِ تعداد کے لحاظ سے دوسرے درجے پر ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ملک میں جو اقتدار پارسیوں کو میسر ہے اس کا عشرِ عشیر بھی ہم مسلمانوں کو میسر نہیں، اس لیے کہ کارخانوں کے مالک، بنکوں کے ڈائریکٹر اور دولت و ثروت کے مالک ہونے کی حیثیت سے ہندوستان کی کوئی قوم پارسیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ان کا تموّل اور ہمارا افلاس ضرب المثل ہے۔ ایسے ہی سکھ صاحبان باوجودیکہ وہ تعداد میں ۳۰ لاکھ بھی نہیں ہم سے زیادہ وقار اور منزلت رکھتے ہیں، اس لیے کہ ہماری نسبت زیادہ مال دار ہیں۔ ترقی کے میدان میں ہندو حضرات ہم سے منزلوں آگے ہیں۔ بنک ہیں تو ان کے، فیکٹریاں ہیں تو ان کی، ملیں ہیں تو ان کی۔ دولت اور تجارت ان کی لونڈی ہے۔ مختصر یہ کہ انھیں بہمہ وجوہ ''اقتصادی سوراج'' حاصل ہے، اسی لیے ''سیاسی سوراج'' میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ہندو دولت میں کھیلتے ہیں اور ہمارا اوڑھنا بچھونا افلاس ہے، ہم بہ حیثیتِ ملّت صرف زراعت پیشہ ہیں۔ خطۂ پنجاب میں ہماری حالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پنجاب بنکنگ انکوائری کمیٹی رپورٹ مطبوعہ ۱۹۳۰ء کی رو سے پانچ دریاؤں کی اس سرزمین کا زراعتی قرضہ ایک ارب ۴۲ کروڑ ہوگیا ہے۔ سرکاری مالیانہ ۵ کروڑ سالانہ ہے لیکن سود کی رقم اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ہم مسلمانوں میں سرمایہ دار بہت تھوڑے اور غربا بہت زیادہ ہیں۔ اول الذکر کا اکثر روپیہ غیر مسلم بنکوں کے خزانے میں پڑا ہے۔

۱۹۲۸ء میں مسلم بنک کی انتظامیہ میں ایک بنیادی تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے۔ شیخ صادق حسن کو بنک کا چیئرمین جب کہ پروفیسر عبدالقادر کو مینجنگ ڈائریکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ شیخ صادق حسن نے چیئرمین مقرر ہوتے ہی مسلم بنک کے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیوں کا عزم کیا۔ جن پرانے ڈائریکٹروں کی نسبت عامۃ الناس کو شکایات تھیں ان کی بجائے نیک نام اور شہرت کے حامل افراد کو بنک کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ اب جن حضرات نے مسلم بنک کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کرنا شروع کیا انھوں نے (تضاد ملاحظہ فرمایئے: پنجاب کے موجودہ افسرانِ اعلیٰ جن کی تنخواہ ایک لاکھ سے چودہ لاکھ روپے کردی گئی تھی) اپنی تنخواہوں میں نصف تخفیف کرکے قابلِ قدر ایثار کا مظاہرہ کیا۔ خود صادق حسن نے بطور چیئرمین اپنی خدمات کے عوض کوئی معاوضہ نہ لینے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے بنک کے ''معذور نادہندگان'' کے ساتھ مناسب رورعایت برتی، کیوں کہ جب انھوں نے بنک کی زمامِ کار اپنے ہاتھوں میں لی اس وقت بنک کا روپیہ ایسے لوگوں کو دیا جاچکا تھا جنھیں گراں بہا قرض دینا بڑی حد تک روپیہ برباد کرنا تھا۔ ایسا کرنے کے ساتھ ساتھ صادق حسن نے ''ضدی نادہندوں'' کے ساتھ جائز سختی کی لیکن بددیانتوں کے ساتھ کوئی رورعایت نہیں برتی اور انھیں کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے خاصی کوشش کی۔

پروفیسر سید عبدالقادر نے بھی مسلم بنک کی تجدید و اصلاح کے سلسلے میں لکھا تھا کہ بنک کے مینجنگ ڈائریکٹر کا عہدہ سنبھالتے وقت انھوں نے جو حالات دیکھے وہ بے حد حوصلہ شکن تھے۔ سابق اربابِ انتظام کی تأسف انگیز اور حد درجہ غیر ذمہ دارانہ کارروائیوں کے باعث بنک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ اخراجات بلاضرورت بڑھے ہوئے تھے، نظم ونسق ناپید تھا، غرض بنک کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پروفیسر عبدالقادر نے چارج سنبھالتے ہی بنک کے اخراجات میں کمی کی، قابلِ وصول قرضوں کی وصولی کا انتظام کیا، ناقابلِ اعتماد ملازموں اور کارکنوں کو علیحدہ کیا۔

شیخ صادق حسن نے جب مسلم بنک کا انتظام سنبھالا تو اس وقت اس کا راس المال صرف ڈھائی لاکھ تھا جو ایک معمولی ہندو ساہوکار کے سرمائے جتنا بھی نہیں تھا۔ اب بنک کی حالت دن بدن بہتر ہونے لگی۔ شیخ صادق حسن نے جب بنک کی زمامِ کار سنبھالی تو اس کے بعد بنک کی کارکردگی میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی۔ مسلم بنک نے روپیہ کے منضبط سلسلۂ دادوِرسد کے ذریعے مسلمانوں کی کاروباری امداد میں بیش بہا حصہ لیا۔ مسلم بنک نے صنعت وتجارت کی قرار واقعی اعانت کرکے بالواسطہ طور پر صدہا فرزندانِ توحید کو باکار بنا دیا۔ اس وقت ایک سو سے زائد اشخاص مسلم بنک میں ملازمت کررہے تھے۔ مسلم بنک نے مسلمان نوجوانوں کو آئندہ کشمکش حیات میں کامیابی سے حصہ لے سکنے کے قابل بنانے میں ایک مفید تربیت گاہ کا کردار ادا کیا، سب سے اہم بات یہ کہ مسلم بنک اپنے سالانہ منافع میں سے حسبِ مقدور اسلامی انجمنوں کی مدد بھی کرتا رہا۔

شیخ صادق حسن نے مسلم بنک کا انتظام سنبھالنے کے ساتھ ہی مسلم قوم سے ایک ''برادرانہ التجا'' کے ذریعے کہا کہ ''زمانہ بے حد نازک ہے، ہماری اقتصادی بے چارگی ہماری راہوں میں سنگِ گراں ثابت ہو رہی ہے جس کا تدارک نہایت ضروری ہے''۔ آپ نے مسلم اخبارات سے مسلمانوں کو مسلم بنک کی امداد کی طرف توجہ دلانے کو کہا۔ آپ نے اربابِ ثروت مسلمانوں سے مسلم بنک کو اپنا بنک سمجھنے اور اسے بیت المالِ ملّی یا مرکزِ اقتصادیاتِ اسلامیہ کے مقام پر پہنچانے کو کہا۔ آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی امانتیں مسلم بنک میں جمع کروائیں تاکہ بنک مسلم تاجروں اور صنعت کاروں کی بیش از بیش مدد کرسکے اور اس طرح مسلمان قوم کی حالت میں ایک خوش گوار انقلاب برپا ہوسکے۔

شیخ صادق حسن مسلم بنک کو امید کی ایک کرن تصور کرتے تھے، کیوں کہ اگر اس شمعِ محفل کو بادِ مخالف کے جھونکوں سے محفوظ رکھنے کے لیے پوری کوشش کی جائے اور مسلمان اپنا سرمایہ اس میں جمع کرائیں، مسلمانوں کی جائز کاروباری مدد پر تیار ہو جائیں تو یہ بنک دیکھتے ہی دیکھتے اقتصادیات کا آفتاب بن کر چمک سکتا ہے۔ مجھے مسلم بنک کے چیئرمین ہونے کا فخر حاصل ہے، میں کثیر المشاغل اور عدیم الفرصت ہونے کے باوجود اپنے وقت کا ایک معقول حصہ لگاتار بنک کی نذر کررہا ہوں۔ میں مسلم بنک کی خدمت کرنے کو قوم کی اہم خدمت تصور کرتا ہوں، میرے نزدیک اس کی اہمیت اسمبلی یا کسی انجمن سے کم نہیں، میں جیسے ان کے متعلق اپنے فرائض کی انجام دہی کو ضروری جانتا ہوں، ایسے ہی ان فرائض کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانا بھی اپنے لیے لازمی یقین کرتا ہوں جو مسلم بنک کے چیئر مین ہونے کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک آدمی کا کام نہیں ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ متعدد مخلص انسان اپنی خدمات سے بنک کو مستفیض فرما کر میرا ہاتھ بٹائیں، میں درخواست کرتا ہوں کہ بہترین دل و دماغ کے مسلمان، مالیات و اقتصادیات کے ماہرین، بنک کے کاروبار کو جاننے والے مسلمان، قوم سے ہم دردی رکھنے والے صاحبِ حیثیت مسلمان مسلم بنک کے ڈائریکٹر بنیں۔ بنک کا وجود کسی کالج، کسی اسکول، کسی بلدیہ، کسی ڈسٹرکٹ بورڈ اور کسی مجلس آئین ساز سے کم نہیں۔ زندہ اور بیدار مغز قومیں اس اصلیت سے کما حقہٗ آگاہ ہیں کہ بنک جسمِ کاروبار کے لیے روح رواں ہوتا ہے، کیا مسلمانوں جیسی قوم کے لیے یہ امر بے حد الم ناک نہیں کہ ہندوستان میں ان کا صرف ایک بنک ہے اور وہ بھی اپنے سرمائے کی قلّت کے لحاظ سے بڑا تو کجا متوسط درجے کا بنک بھی نہیں۔

مسلم بنک کا انتظام سنبھالتے ہی صادق حسن نے جب معاملات کو سدھارنے کی کوشش شروع کی تو اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آنا شروع ہوئے۔ اس حقیقت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۲۶ء۔۱۹۲۷ء کی سالانہ آڈٹ رپورٹ کے مطابق تمام مصارف نکال کر منافع صرف گیارہ سو ننانوے ۱۱۹۹ روپے آٹھ آنے ایک پائی تھا۔ جب کہ ۱۹۲۷ء۔۱۹۲۸ء کی رپورٹ کے مطابق یہ منافع ۱۴۷۴۷ روپے آٹھ آنے پانچ پائی خالص منافع تھا۔

مسلم بنک میں شیخ صادق حسن کی دل چسپیاں رنگ لانے لگیں اور بنک کا کاروبار روبہ ترقی ہونے لگا۔ مختلف شہروں میں اس کی شاخیں کھلنے لگیں چناں چہ ۲/مارچ ۱۹۲۹ء کو دہلی میں مسلم بنک کی شاخ کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ تقریب دہلی میں سگریٹوں کے ایک بہت بڑے تاجر حافظ محمد صدیق کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔ اس موقع پر صدر بازار دہلی کے رؤسا اور تاجر کثیر تعداد میں شامل ہوئے تھے۔

روزنامہ زمیندار نے دہلی برانچ کی رسمِ افتتاح کی خبر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز صرف تجارت میں مضمر ہے اور اگر تجارت کو کوئی چیز فروغ پہنچا سکتی ہے تو وہ بنک ہے۔ مسلم بنک کئی سال سے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کام چلا رہا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس بنک کی طرف خاص توجہ فرمائیں"[۱۴]۔

کریسنٹ بنک آف انڈیا:

۱۰/جولائی ۱۹۲۸ء کو شیخ احمد حسن نے کریسنٹ بنک آف انڈیا کا افتتاح کیا تھا۔ یہ بنک بھی انارکلی بازار میں قائم کیا گیا تھا۔ اس موقعے پر انھوں نے مسلمانانِ لاہور سے اس بنک کو کامیاب بنانے کے لیے بھرپور توجہ دینے کو کہا تھا، یاد رہے کہ اوریئنٹ بنک بند ہو جانے کے بعد شیخ احمد حسن نے کریسنٹ بنک آف انڈیا کے جدید نام سے یہ بنک جاری کیا تھا۔ اس وقت اس بنک کے اہتمام کی باگ ڈور شیخ عبید اللہ ایسے ہوشیار، محنتی اور متدیّن کارکن کے ہاتھ میں تھی جو بنک کو ترقی دینے اور اس کے کاروبار کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ بنک کے ایک ڈائریکٹر عبدالاصغر تھے اور بابو

غلام محی الدین بہ طور منیجر کام کررہے تھے۔ اس موقع پر روزنامہ زمیندار نے اپنے ایک اداریے میں کریسنٹ بنک کے حوالے سے لکھا تھا کہ ''اس مادی ترقی کے دور میں وہی قوم مہذب و متمدن سمجھی جاتی ہے جس کی اقتصادی وجاہت مسلّم ہو۔ مسلمانوں نے اس اصول کو بہت دیر کے بعد سمجھا اور انھوں نے اس وقت اس ضرورت کو محسوس کیا جب کہ ہمسایہ اقوام بہت آگے نکل چکی ہیں۔ بہر حال یہ بھی غنیمت ہے کہ مسلمانانِ ہند میں اپنی مالی اصلاح کا خیال تو پیدا ہوا اور اس احساس کا نتیجہ کریسنٹ بنک آف انڈیا کے قیام کی شکل میں مرتب ہوا''۔ آگے چل کر زمیندار نے لکھا کہ ''لیکن شیخ صاحب کی کوششوں کی کامیابی کا انحصار قوم کی توجہ پر ہے، ہمیں اس بات کی شکایت تو نہیں کہ قوم نے اس بنک سے بے اعتباری روا رکھی ہے بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اس سے بھی زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اخبار نے یہ یقین ظاہر کیا کہ اس کی یہ اپیل بہرے کانوں پر نہیں پڑے گی اور قوم کے افراد اس بنک کو کامیاب بنانے میں پوری سرگرمی دکھائیں گے''۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ روزنامہ زمیندار کے علاوہ لاہور ہی کے روزنامہ مسلم آؤٹ لک *(Muslim Outlook)* نے کریسنٹ بنک کے حوالے سے مسلسل اداریے اور مضامین لکھے جن کا بہت اچھا اثر ہوا۔ کریسنٹ بنک کے حصص نہایت سرعت کے ساتھ فروخت ہونے لگے۔ ایک صاحب نے ان ہی دنوں پانچ ہزار روپے کے حصص خریدے تھے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے زمیندار نے ذی استطاعت اور اہلِ ثروت مسلمانوں سے پُرزور اپیل کی کہ وہ بنک کے حصص خرید کر نفع حاصل کریں اور اپنی فیاضانہ امداد سے بنک کو اس قابل بنا دیں کہ اس کا شمار ملک کے ممتاز ترین بنکوں میں ہونے لگے۔

چوں کہ اس دور میں کشمیری بازار مسلمانوں کا ایک بہت بڑا تجارتی مرکز تھا اس لیے اگست ۱۹۲۸ء میں یہاں کریسنٹ بنک کی ایک شاخ کھولی گئی۔ اس موقع پر میاں مبارک دین نے جو کہ کشمیری بازار شاخ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے صدر تھے ایک نہایت سبق آموز تقریر کی۔ مولوی اختر علی خان خلف مولانا ظفر علی خان نے اپنی تقریر میں کہا کہ لاہور میں کسی بھی مسلم بنک کے نہ ہونے سے سارا صرافہ اور تبادلہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، جنگِ عظیم اول سے قبل اور یئنٹ بنک نے مسلمانوں کی مشکلات کم کرنے میں غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کیا تھا مگر اس زمانے میں دیسی بنکوں پر جو ہمہ گیر آفت آئی اس کے نتیجے میں وہ بھی نہ بچ سکا۔ لیکن شیخ احمد حسن کی کوششوں کے نتیجے میں کریسنٹ بنک نے ایک سال کی قلیل مدت میں حیرت انگیز ترقی کی اور وہ اس قابل ہو گیا کہ شہر کے اندر اپنی شاخ کھول سکے۔ آپ نے اس امر پر اظہارِ اطمینان کیا کہ کریسنٹ بنک مسلم تاجروں کی ضرورت کا کفیل ہو رہا ہے۔ انھوں نے توقع ظاہر کی کہ تجارت پیشہ حضرات اس بنک کی سرپرستی فرمائیں گے۔ آپ نے بالخصوص شیخ احمد حسن کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اندرون شہر کے بیوپاریوں کی سہولت کی خاطر اس اہم تجارتی مرکز میں بنک کی شاخ کھول دی۔

اخبار نے مطلع کیا کہ اہلِ پشاور نے کریسنٹ بنک کو وہاں اپنی برانچ کھولنے کی دعوت دی ہے، اسی طرح باشندگانِ

دہلی نے بھی اسی قسم کی درخواست کی ہے۔ چناں چہ بنک کے ڈائریکٹر ۹ مارچ کو فرنٹیئر میل سے دہلی تشریف لے جانے والے ہیں اور امید ہے کہ وہاں بنک کے کثیر المقاصد حصے فروخت ہوں گے۔ زمیندار نے مسلمانانِ پنجاب و سرحد سے درخواست کی کہ وہ کریسنٹ بنک کو کامیاب بنانے کے لیے زبردست جدوجہد کریں۔

کریسنٹ بنک آف انڈیا کا مجوزہ سرمایہ ۲۵ لاکھ روپیہ اور سرمایہ جاری شدہ پانچ لاکھ روپیہ تھا۔ بنک کا بورڈ آف ڈائریکٹرز (۱) شیخ محمد عبیداللہ (ایڈوکیٹ)۔ (۲) میاں مبارک دین (ممبر لاہور میونسپلٹی)۔ (۳) نواب الہ یار خان دولتانہ (آف لڈن) ڈیوس روڈ لاہور۔ (۴) ڈاکٹر عبدالاصغر (میڈیکل پریکٹیشنر)۔ (۵) چوہدری عبداللطیف، مالک لطیف برادرز، انارکلی لاہور۔ (۶) ملک نور احمد ٹھیکیدار قلعہ گجر سنگھ۔ (۷) میاں سردار محمد (مالک دکان ایم نبی بخش اینڈ سنز کیبنٹ میکرز لاہور۔ (۸) اور ملک محمد حسین ٹھیکیدار، کشمیری دروازہ لاہور پر، مشتمل تھا۔

کریسنٹ بنک میں چالت حسابات (Current Account) کم از کم ایک سو روپے سے کھولے جاتے تھے، جب کہ سیونگ بنک اکاؤنٹ کم از کم دس روپے سے کھلا کرتے تھے۔

کریسنٹ بنک کے حوالے سے یہ حقیقت خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ ۱۹۲۹ء میں جب حکومتِ پنجاب نے بنکوں کے سلسلے میں پنجاب بنکنگ انکوائری کمیٹی قائم کی تھی تو کریسنٹ بنک کے سیکرٹری نے اس کمیٹی کے سامنے شہادت دی تھی جس کا اس رپورٹ میں ذکر موجود ہے[۱۵]۔

کریسنٹ بنک اپنے کاروبار کو فروغ دینے اور اسے مستحکم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو متوجہ کراتا رہتا تھا۔ ۱۸/جولائی ۱۹۳۳ء کو روزنامہ زمیندار میں ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس میں مسلمانانِ لاہور کو مطلع کیا گیا تھا کہ

کریسنٹ بنک آف انڈیا مسلمانوں کو نہایت ہی آسان اقساط پر دس ہزار روپیہ بلا سود قرض دینے کو تیار ہے۔

دی سینٹرل ایکسچینج بنک لمیٹڈ:

۱۹۳۶ء میں لاہور میں دی سینٹرل ایکسچینج بنک کے نام سے ایک اور بنک قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۴۴ء میں درجِ ذیل حضرات بنک کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کر رہے تھے۔

(۱) ملک لال دین قیصر پروپرائٹر قیصر لال کمپنی، کشمیری بازار لاہور۔ (۲) شیخ محمد جان پروپرائٹر میسرز ایچ ایس پیر بخش اینڈ سنز انارکلی لاہور۔ (۳) ملک عبدالحمید خان پروپرائٹر میسرز اے ایچ خان اینڈ سنز، میو روڈ لاہور۔ (۴) شیخ محمد ظفراللہ پروپرائٹر چراغ دین اینڈ کو، انارکلی لاہور۔ (۵) ایس اے لطیف ایڈن ہوسپیٹل کلکتہ۔ (۶) ملک عنایت اللہ، کنٹریکٹر ہربنس روڈ، بنگلور۔ (۷) خان بہادر شیخ عنایت اللہ پروپرائٹر کابل، کشمیر اسٹورز، مال روڈ لاہور۔ (۸) حاجی محمد گل سہگل، ۴۰ لارنس روڈ لاہور۔ (۹) خان محمد حسن خان لینڈ لارڈ، کوہاٹی گیٹ، پشاور۔ (۱۰) سعید سہگل آف کوہ نور ربڑ ورکس، کلکتہ، ۱۰ لارنس روڈ لاہور۔

اس بنک کا ہیڈ آفس بنک اسکوائر دی مال لاہور میں قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں میسرز غلام نبی کارپوریشن لمیٹڈ لاہور کے چیئرمین ایم رفیع بٹ اس کے چیئرمین اور آغا فیاض محمد خان اس کے جنرل منیجر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

۱۹۴۸ء میں اس بنک کی برانچیں انارکلی بازار، برانڈرتھ روڈ لاہور، چوک کچہری سیالکوٹ، چوک یادگار پشاور اور کیمبل اسٹریٹ کراچی میں کام کر رہی تھیں۔ ایک اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بنک کی شاخیں ''عن قریب گوجرانوالہ، راولپنڈی، ملتان، منٹگمری، لائل پور اور کوئٹہ میں بھی کھلنے والی ہیں''۔

سینٹرل ایکسچینج بنک نے اگرچہ اپنی کاروباری زندگی کا آغاز ۱۹۳۴ء میں کیا تھا، لیکن ۱۹۴۳ء تک اس کا کاروباری سرمایہ ۳ لاکھ تک محدود رہا۔ ۱۹۴۴ء میں بنک انتظامیہ میں تبدیلی کے بعد ۱۹۴۵ء میں اس کا سرمایہ ۲۴ لاکھ، ۱۹۴۶ء میں ۳۰ لاکھ، ۱۹۴۷ء میں ۵۵ لاکھ اور مارچ ۱۹۴۸ء میں ۷۰ لاکھ روپے تک جا پہنچا تھا۔

اگر آپ ڈائمنڈ جوبلی بنک اور مسلم بنک کے ڈائریکٹروں کے اسمائے گرامی پر ایک نظر ڈالیں تو آپ پر واضح ہوگا کہ ۵۰ سال کے عرصے میں مسلم بنکوں میں جو تبدیلی آئی اس کا یہ واضح ثبوت ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی بنکوں کی اہمیت نمایاں ہو چکی تھی۔ ڈائمنڈ بنک کے ڈائریکٹروں میں وکیل، مدیران اخبارات اور رؤسا شامل تھے جب کہ ۱۹۳۰ء میں پروفیسر سید عبدالقادر مسلم بنک کے منیجنگ ڈائریکٹر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ سینٹرل ایکسچینج بنک کے تمام کے تمام ڈائریکٹر حضرات تجارت پیشہ تھے جن میں حاجی محمد گل سہگل اور سعید سہگل کے اسمائے گرامی بہ طورِ خاص لیا جانا ضروری ہے جنھوں نے قیامِ پاکستان کے بعد ملک کی صنعتی ترقی میں شان دار قابلِ فخر حصہ لیا تھا۔ یونائیٹڈ بنک اور یونین بنک انہی کی محنت کا ثمر ہیں جنھوں نے خلیجی ریاستوں کی بنکنگ انڈسٹری کو بنیاد تو فراہم کر دی لیکن خود برباد کر دیے گئے۔

اس بنک کی ترقی کا راز سرمایہ، محنت اور دیانت میں مضمر تھا۔ ۱۹۴۸ء میں بنک انتظامیہ نے اپنی اس ''بہ سرعت ترقی'' کو ''قومی اعتماد'' کا مظہر قرار دیا تھا اور کاروباری حلقوں سے امید ظاہر کی تھی کہ وہ اپنا کاروبار سینٹرل ایکسچینج بنک کے ذریعے کر کے نہ صرف اپنی قومی زندگی کا ثبوت دیں گے بلکہ تعمیرِ پاکستان میں بھی حصہ لیں گے۔

دی آسٹریلشیا بنک لمیٹڈ، لاہور:

لاہور کے ایک مسلمان تاجر خواجہ بشیر بخش نے میکلوڈ روڈ پر واقع اپنی آسٹریلیا بلڈنگ میں آسٹریلشیا بنک کے نام سے ایک بنک قائم کیا تھا۔

خواجہ بشیر بخش نے ۱۹۳۳ء میں انگلستان کا رخ کیا تھا جہاں انھوں نے ایڈنبرا کے کسی کمرشل کالج میں دو سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں وہ آسٹریلیا چلے گئے اور وہاں اپنی محنت کے بل بوتے پر اچھی خاصی جائے داد خرید لی۔ خواجہ بشیر بخش کا آسٹریلشیا بنک کی دیکھ بھال کے علاوہ لاہور میں پراپرٹی کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ میاں بشیر احمد نے قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے ایک خط مورخہ ۱۸؍جنوری ۱۹۴۴ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی (Planning Committee) کے

لیے خواجہ بشیر بخش کا نام تجویز کیا تھا[18]۔ ۲۸؍جولائی ۱۹۴۴ء کو روزنامہ نوائے وقت میں شائع شدہ ایک اشتہار سے اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ناموں کا علم ہوتا ہے۔ ان میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، بارایٹ لاء لڈن (چیئرمین)۔ نواب افتخار حسین خان ممدوٹ۔ سید امجد علی (ایم ایل اے) آف سید اے اینڈ ایم وزیر علی، آشیانہ لاہور، نواب مظفر علی خان قزلباش (ایم ایل اے) نواب پیلس لاہور، (۵) میاں گلزار محمد چغتائی، نکلسن روڈ لاہور۔ (۶) نوابزادہ محمد سعید قریشی، آنریری مجسٹریٹ ضلع شاہ پور، (۷) سردار بہادر عجب خاں، چیئرمین دی فرنٹیئر شوگر ملز مردان۔ (۸) میاں ہدایت علی تائب ایڈووکیٹ۔ (۹) خواجہ بشیر بخش، آسٹریلیا بلڈنگ لاہور۔ (۱۰) میاں سعید الدین احمد، امرتسر۔

آسٹریلشیا بنک کی صرف ایک شاخ انارکلی بازار میں قائم تھی جب کہ بمبئی، کلکتہ، کراچی اور ہندوستان کے دوسرے اہم شہروں میں اس کی ایجنسیاں قائم تھیں۔

جنوری ۱۹۴۲ء میں قائم ہونے والا آسٹریلشیا بنک قیامِ پاکستان کے بعد بھی بہ سرعت ترقی کرتا رہا۔ آج کا الائیڈ بنک (Allied Bank) آسٹریلشیا بنک کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ سن ساٹھ کی دہائی میں کامرس بنک، اسٹینڈرڈ بنک، لاہور کمرشل بنک اور آسٹریلشیا بنک کے ادغام کے بعد یہ بنک معرضِ وجود میں آیا جس کا سب سے بڑا اثاثہ آسٹریلشیا بنک کا تھا۔

لاہور کے مسلم بنکوں پر ایک نظر ڈالنے سے چند ایک امور سامنے آتے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی سے ہے۔

مسلم اور ہندو بنکوں کا موازنہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلم بنکوں کی مالی ساکھ انتہائی کمزور تھی۔ ایک مثال سے صورتِ حال کی وضاحت ہو سکے گی۔ ۱۹۴۳ء میں سنٹرل ایکسچینج بنک کا کاروباری سرمایہ تین لاکھ روپے تھا جب کہ ۱۹۴۴ء میں بمبئی میں قائم شدہ نیشنل سیونگز بنک لمیٹڈ کی ایک شاخ لاہور میں ۱۳؍مارچ ۱۹۴۴ء کو کھولی گئی تھی۔ اس شاخ کا افتتاح پنجاب کے وزیرِ خزانہ لال منوہر لال نے کیا تھا۔ اس بنک کا کاروباری سرمایہ تین کروڑ پچاس لاکھ تھا۔ سرمائے کی کمی کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ مسلم تکنیکی عملے کی عدم دستیابی تھا کیوں کہ نہ صرف یورپین بنکوں بلکہ ہندو بنکوں میں بھی ملازمت کا حصول ایک سنہری خواب تھا جو صرف دیکھا ہی جا سکتا تھا۔

شیخ صادق حسن نے اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مجھے مسلم بنکوں کے لیے مینجروں کی ضرورت تھی۔ اشتہارات پر سیکڑوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود صرف دو امیدوار ایسے ملے جو بنک کے کام سے واقف تھے[18]۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب نے اپنے اداریے مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۲۹ء کو لکھا تھا کہ ''ہندو اپنے بنکوں میں مسلمانوں کو ملازمت فراہم کرنے سے جان بوجھ کر گریزاں تھے تاکہ کہیں مسلمانوں کو بنکوں کے اسرار و رموز سے واقفیت نہ ہو جائے۔ اسی لیے بنکوں کے معاملات کا تجربہ رکھنے والے مسلمان تقریباً ناپید تھے[19]۔

ہندو بنک مسلسل اس تگ ودو میں لگے رہتے تھے کہ کہیں مسلمان ''بنکنگ دنیا'' کے اسرار و رموز سے واقف نہ ہو جائیں۔ شیخ صادق حسن کا دعویٰ تھا کہ ان کے پاس ثبوت موجود ہیں کہ اکثر ہندو بنک مسلمانوں کی بعض اعلیٰ فرموں کو اچھے ریفرنس (Reference) نہیں دیا کرتے تھے۔

اس موقع پر قائدِ اعظم محمد علی جناح کی اقتصادی معاملات پر سوچ کے حوالے سے بھی بات کرنا ناگزیر ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کی تقاریر کا اگر بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی معاملات کے ساتھ ساتھ معاشی اور اقتصادی معاملات بھی ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہے۔ ۲۸ رفروری ۱۹۴۴ء کو ایم رفیع بٹ کو لکھتے ہیں[۲۰] کہ:

I want the helps of real practical businessman, technicians and scientists.

۱۹۴۴ء میں قائدِ اعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ پلاننگ کمیٹی قائم کر کے اس امر کی نشان دہی کر دی کہ آپ مستقبل کے پاکستان کی اقتصادی حالت کو بہتر اور مستحکم بنانے کے لیے کس قدر سنجیدہ تھے۔ جون ۱۹۴۶ء میں آپ نے ایم اے اچ اصفہانی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بہت صحیح ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے ایک ایسی سرزمین کے قیام کے لیے کوشش کر رہے ہیں جہاں ہم اپنی قسمت کو خود بنانے کے قابل ہو سکیں لیکن کیا آپ نے سوچا کہ بغیر افرادی قوت، سرمایہ اور وسائل ایسی ریاست کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

کیا یہ بات قابلِ ستائش نہیں کہ مستقبل میں قائم ہونے والی ریاست کے لیے اوریئنٹ ایرویز (Orient Airways) کا تخیل قائد اعظم ہی نے حسن اصفہانی کے سامنے رکھا تھا اور خود اس کے ۲۵ ہزار کے حصص خریدے تھے۔ حسن اصفہانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کتنے لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ یہ قائد اعظم ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کے واحد بنک (حبیب بنک، بمبے) کے ساتھ ساتھ مسلم کمرشل بنک کے قیام پر اصرار کیا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے سر آدم جی داؤد اور مرزا احمد اصفہانی پر دباؤ ڈالے رکھا کہ مسلمانوں کا ایک اور بنک قائم کیا جائے جو ۹ رجولائی ۱۹۴۷ء کو بالآخر کلکتہ میں قائم ہوا۔ اسی طرح محمدی سٹیم شپ کمپنی کا قیام بھی قائدِ اعظم کی سوچ کا مرہونِ منت ہے۔[۲۱]

حوالہ جات:

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حصولِ پاکستان کا باب ریڈکلف ایوارڈ برطانوی بددیانتی کا شاہ کار۔

۲۔ *Report of the Punjab Banking Enquiry*, Lahore.1930

۳۔ عبداللہ ملک، سن ندارد، پرانی محفلیں یاد آرہی ہیں، تخلیقات، لاہور، ص ۶۲۔ ۶۳

۴۔ منیر احمد منیر، ۲۰۱۸ء، مٹتا ہوا لاہور، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۰۸

۵۔ ہفت روزہ پیسہ اخبار، اکتوبر ۱۸۹۷ء

۶۔ روزنامہ، پیسہ اخبار، ۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

۷۔ روزنامہ، زمیندار، ۹دسمبر ۱۹۱۲ء

۸۔ روزنامہ، زمیندار، ۹دسمبر ۱۹۱۲ء

۹۔ روزنامہ، زمیندار، ۹/اگست ۱۹۳۱ء

۱۰۔ روزنامہ، زمیندار، ۱۸/اگست ۱۹۲۸ء

۱۱۔ روزنامہ، زمیندار، ۷/فروری ۱۹۳۰ء

۱۲۔ روزنامہ، زمیندار، اداریہ، ۲۳/دسمبر ۱۹۲۸ء

۱۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے احمد سعید، انجمن اسلامیہ امرتسر تعلیمی و سیاسی خدمات، ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، لاہور، ۱۹۸۶ء

۱۴۔ روزنامہ، زمیندار، ۵/مارچ ۱۹۲۹ء

۱۵۔ Report of the Punjab Banking Enquiry 1929, Vol I. Lahore

۱۶۔ روزنامہ، زمیندار، ۲۰/جولائی ۱۹۳۳ء

۱۷۔ واسطی، رضی ایس، ۱۹۹۴ء *My Dear Quaid-e-Azam"(Jinnah Rafi Correspondence)*، لاہور، ص ۱۴

۱۸۔ روزنامہ، زمیندار، اداریہ، ۲۰/دسمبر ۱۹۲۸ء

۱۹۔ روزنامہ، زمیندار، ۶/جنوری ۱۹۲۹ء

۲۰۔ واسطی، ص ۴۵

۲۱۔ ایم اے ایچ اصفہانی، ۱۹۶۶ء، *Quid-i-Azam Jinnah as I knew him*، کراچی

Abstract

This article aims to provide a comprehensive picture about Muslim and Hindus taking part in the economic activity particular insurance business. Muslim businessmen were few to Hindus. sahokars played important role in the economic activity and shared major profit sharing. Their shares were so high that the agriculturists of the entire Punjab region were unable to match. In these circumstances Muslim businessmen were unable to contribute substantially. In the twenties of the previous century Maulana Zafar AliKhanlaunched a project known as Muslim Bazaar (Muslim Market).The articles give detailed account of about these major banks of the time saving Muslims communities from the exploitation: Diamond Jubilee bank, Orient bank, Muslim Bank limited, Lahore, Crescent Bank of India, The Central Exchange Bank limited and The Australasia Bank limited, Lahore.

Keyword: .....Project Muslim Bazaar, major banks of early twentieth century, economic activities of early twentieth century

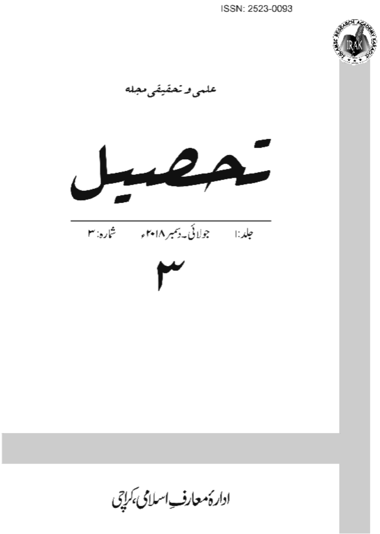
ISSN: 2523-0093

علمی و تحقیقی مجلہ

تحصیل

جلد:۱ جولائی۔دسمبر ۲۰۱۸ء شمارہ:۳

۳

ادارۂ معارفِ اسلامی، کراچی

ترتیب

حصہ اردو

تحقیقی مقالات:

۲۔ انیسویں صدی کے ریختی گو شعرا: ایک نادر و غیر مطبوعہ ماخذ	تحسین عارف	۵
۳۔ مثنوی فخریۃ النظام کا نو دریافت مخطوطہ	عارف نوشاہی	۴۱
۴۔ جلیانوالہ باغ کا سانحہ: محرکات و عوامل	فیض الدین احمد	۵۹
۵۔ سورت کا ایک علمی خانوادہ	محمد راشد شیخ	۸۹
۶۔ تحریک اتحاد اسلامی: معاصر علمی و ادبی تحریکوں پر اثرات	خالد امین	۱۰۵
۷۔ میر غلام بھیک نیرنگ کی ایک نادر تحریر: اردو زبان اور فسانہ نگاری	داؤد عثمانی	۱۳۷

شخصیات:

۸۔ سید حسن شاہ ضبطؔ	سلطانہ بخش	۱۵۱
۹۔ محمد ایوب قادری برّعظیم کی اسلامی تاریخ و تہذیب کے ترجمان	عارف نوشاہی	۱۶۳
۱۰۔ خواجہ حسن نظامی اور ڈاکٹر غلام یزدانی	معین الدین عقیل	۱۷۹

ترجمہ:

۱۱۔ برّعظیم کی فارسی لغات: تقابل، خصوصیات و تجاویز	ایچ بلوخ مین۔ نیاز سواتی	۱۸۷

تبصراتی مقالہ:

۱۲۔ کراچی: منظم بدنظمی کا شکار شہر	جاوید احمد خورشید	۲۱۹

گوشۂ نوادر:

۱۳۔ تحفۃ الہند: اردو زبان کی اولین لغت (قسط سوم)	میرزا خان	۲۳۱